الفضل قادیان

The ALFAZL QADIAN.

ایڈیٹر غلام نبی

نمبر ۱۶ | مورخہ ۷ اگست ۱۹۳۲ء | یوم یکشنبہ | مطابق ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ | جلد ۲۰

مدینۃ المسیح

۲۹ جولائی کو ڈلہوزی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے حالاتِ حاضرہ پر جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اور جس میں سکھوں کی دھمکیوں کے متعلق مسلمانوں کو نصائح فرمائیں۔ شیخ یوسف علی صاحب پرائیویٹ سکرٹری کی کوشش سے مرتب ہو کر موصول ہو گیا ہے۔ اور انشاء اللہ اگلے پرچہ میں شائع کیا جائے گا۔

۳۔ اگست کو تعلیم الاسلام ہائی سکول میں مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے اور ۴ اگست کو حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے تقریریں کیں۔ جن میں طلباء کو بیش قیمت نصائح فرمائیں۔

۴ اگست کو مونگ ضلع گجرات کے جلسہ پر مولوی غلام رسول صاحب راجیکی تشریف لے گئے۔

فوجی سکھلائی کے متعلق ضروری اعلان

جیسا کہ پہلے اعلان کیا جا چکا ہے۔ یکم ستمبر ۱۹۳۲ء سے قادیان میں فوجی سکھلائی کے لئے ایک کلاس کھولی جائے گی۔ جس میں بیرونی جماعتوں کے نوجوانوں کی شمولیت نہایت ضروری ہے۔ ہر جماعت کو چاہیئے۔ کہ کم از کم ایک اور زیادہ اپنی تعداد کے لحاظ سے یا نوجوانوں کے شوق کے لحاظ سے جس قدر نوجوان بھیج سکے۔ ضرور بھیج دے۔ اور اس کے متعلق ابھی سے حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو اطلاع دے دی جائے۔ تاکہ آنے والے نوجوانوں کی تعداد کا اندازہ لگا کر امید ضروری انتظام فرما سکیں۔

ہندوستان میں حالات جس سرعت کے ساتھ تغیر پذیر ہو رہے ہیں۔ ان کا تقاضا ہے۔ کہ مسلمان جلد سے جلد اپنی فوجی تنظیم کی طرف متوجہ ہوں۔ اور خاص کر جماعت احمدیہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس میں توقف نہ کرے۔ ورنہ اسی طرح ممکن ہے۔ کہ ہر مقام کے نوجوان پہلے خود فوجی سکھلائی کریں۔ اور پھر اپنے اپنے مقام پر دوسرے نوجوانوں کو سکھلائیں۔ اور ان کی ایسی تنظیم کریں۔ کہ ضرورت کے وقت مفید ثابت ہو سکیں۔

پس ہر احمدی جماعت کے ذمہ دار اصحاب کو چاہیئے کہ بہت جلد ان نوجوانوں کے متعلق جو فوجی سکھلائی کے لئے آنا چاہیں۔ حضرت میاں صاحب موصوف کو اطلاع دیں۔ فی الحال صرف ایک ماہ کے لئے سکھلائی ہو گی۔ اتنے اہم کام کے لئے اتنی سی فرصت نکالنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

تبلیغی رپورٹیں

بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام

انگلستان

ہفتہ زیر رپورٹ میں حسب معمول نماز جمعہ خانصاحب منشی فرزند علی صاحب نے پڑھائی۔ اتوار کو بیس آدمی آئے۔ ان میں غیر احمدی احباب بھی تھے۔ جنہوں نے ہمارے تبلیغی کام کی تعریف کی۔ اور آئندہ بھی مسجد میں آنے کا وعدہ کیا۔ ۲۵ جون کو ایک پبلک جلسہ میں مسٹر عبدالعزیز اسمٰعیل صاحب نے صداقت اسلام پر بھی تقریر کی اور پھر سوالات کے جوابات دیئے۔ بعض نومسلموں کو سبق پڑھائے گئے۔

امریکہ

صوفی مطیع الرحمٰن صاحب ایم اے رقمطراز ہیں۔ کہ انڈیانا پولیس میں ۱۲ جون تک قیام کر کے ہر روز رات کو وہاں تقریر کی جاتی تھی۔ ملاقاتوں کی کثرت رہی۔ پانچ کس داخل اسلام ہوئے فارم ہائے بیعت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور بھجوائے گئے ہیں۔

۱۳ جون کو ڈی ٹرائیٹ پہونچا۔ وہاں اسی شب Fellowship of Faiths سوسائٹی میں لیکچر ہوا۔ جبکہ دیگر مشہور اشخاص نے بھی اپنے اپنے مذہب اور نقطۂ خیال کے مطابق اس امر پر لیکچر دیا۔ کہ "خوف پر کس طرح فتح حاصل کی جا سکتی ہے"۔ ہر مقرر کی تقریر کے بعد سامعین خوشی کا اظہار تالیاں پیٹ کر کرتے تھے۔ میرے لیکچر کے ختم ہونے پر دیر تک تالیاں پیٹتے رہے۔ ہندوستانی۔ عرب اور ترک مسلمان بھی موجود تھے۔ وہ تقریر کے بعد بڑی محبت سے ملے۔ اور کہا کہ آپ نے آج اسلام کی عزت رکھ لی۔ اس جلسہ میں سامعین کی تعداد تین ہزار تھی۔ مقامی اخبارات میں روئداد جلسہ کی اشاعت نے تقریر دل کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

اس علاقہ کے عرب کوشش کر رہے ہیں۔ کہ ایک خاص جلسہ کر کے میری تقاریر کرائی جائیں۔ ہماری چھوٹی سی جماعت احمدیہ بھی جلسہ کی کوشش میں ہے۔ ملاقاتیں رات دن جاری ہیں۔

مغربی افریقہ

لیگوس نیجیریا سے امام قاسم آرا جو صاحب ۲۱ افراد کی فارم بیعت بھیجتے ہیں۔ تبلیغ کا مقدس کام بخیر و خوبی چل رہا ہے۔ الحمد للہ پریسیڈنٹ صاحب جماعت کو اللہ تعالیٰ نے صحت کلی عطا فرمائی ہے اور اب لوگوں کی توجہ احمدیت کی طرف زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

آسٹریلیا

صوفی حسن موسےٰ خاں صاحب نے جو خط ۲۵ جون کو لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ صوفی صاحب کی عمر ستر سال کے قریب ہے۔ بیمار بھی رہتے ہیں۔ اور تنہا ہیں۔ لیکن تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمائے۔ اور وہاں ایک جماعت پیدا ہو جائے۔ آمین

نیروبی

۳ جولائی ۱۹۳۲ء کو جماعت احمدیہ کا تبلیغی جلسہ ہوا۔ چوہدری عبدالسلام صاحب بھٹی نے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لیکچر دیا۔ جسے سامعین نے دلچسپی سے سنا۔ جماعت احمدیہ نیروبی میں تبلیغی دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔ میاں نظام الدین صاحب سکرٹری تبلیغ اور باعمر الدین صاحب کی کوششیں قابل شکریہ ہیں۔

ایران

بمقام دار خوئین ایک پرائیویٹ مکان میں جلسہ کیا گیا۔ جس میں غیر احمدی ہندوستانی جمع ہوئے۔ مرزا برکت علی صاحب آنریری مبلغ سلسلہ احمدیہ نے چار گھنٹہ قرآن مجید اور احادیث سے وفات مسیح علیہ السلام پر تقریر کی۔ اس جلسہ میں بعض ایرانی اور کچھ عرب بھی تھے۔ سارے گاؤں میں چرچا ہو گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ ۲۵ ایرانیوں کو سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ کی گئی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی خوشخبری سنائی گئی۔ ایک بہائی مبلغ سے ایک مجمع میں گفتگو ہوئی۔ بہائی مبلغ عاجز آ گیا۔ مرزا برکت علی صاحب کی تقریر سے سب لوگ خوش ہوئے۔ اور بہائی مبلغ کے مقابلہ پر انہیں کامیابی کی مبارکباد دی۔

آبادان کی عدالت کے چیف جج کو جو کسی وقت حیدرآباد دکن میں فارسی کے معلم تھے۔ مگر اب تبدیل ہو کر طہران چلے گئے ہیں۔ اور اردو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کتاب دعوت الامیر دی گئی۔ ایک عرب کو بطور تحفہ خطبہ الہامیہ دیا گیا۔ عربوں اور ایرانیوں میں خدا کے فضل سے احمدیت کے متعلق دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

مظلومین کشمیر کیلئے چندہ کے متعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا تازہ ارشاد

"اب ریاست کا رویہ ایک حد تک تبدیل ہو رہا ہے۔ ظلم موجود ہے۔ لیکن اصلاح کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس لئے ہم ممنون ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ اب روپیہ اور کارکنوں کی ضرورت نہیں۔ ضرورت پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ اگر اس وقت روپیہ اور کارکن مہیا نہ ہوں۔ تو سب کام خراب ہو جائے گا۔"

اعلان

کچھ عرصہ ہوا۔ کسی صاحب نے جو غالباً علاقہ ملتان کے رہنے والے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی معرفت دو عدد دس دس روپیہ کے نوٹوں کے نصف قطعات بطور چندہ بھجوائے تھے۔ جو داخل خزانہ کئے گئے۔ ان صاحب نے تحریر کیا تھا۔ کہ نصف [illegible] بقیہ نصف بھجوا دیئے جائیں گے۔ مجھے یاد ہے حضور کے ارشاد کے ماتحت انہیں اطلاع کر دی گئی تھی۔ مگر تاحال ان کی طرف سے بقیہ نصف قطعات نہیں پہونچے۔ ان صاحب کا پتہ یاد نہیں رہا۔ اگر وہ صاحب مل گئے ہوں۔ یا کسی صاحب کو ان کی اس کارروائی کا علم ہو۔ بقیہ نصف قطعات بھجوا کر ثواب حاصل کریں۔

انچارج دفتر ڈاک۔ قادیان

بابا نانک جی مسلمان تھے یا سکھ

اس موضوع پر مورخہ ۱۱-۱۲ اگست ۱۹۳۲ء کو وہاڑی منڈی ضلع ملتان کے مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان مناظرہ طے ہوا ہے۔ مرکز کی طرف سے مولوی عبدالاحد صاحب مہتمم تبلیغ ضلع ملتان اور گیانی واحد حسین صاحب بھجوائے جا رہے ہیں۔ ارد گرد کے تمام مسلمانوں کو عموماً اور احمدی احباب کو خصوصاً اس جلسہ میں شریک ہو کر ثواب حاصل کرنا چاہیئے۔ نائب مہتمم تبلیغ ضلع ملتان و انسپکٹران تبلیغ اور انصار اس مناظرہ کی کامیابی کے لئے پوری جد و جہد کریں۔

دعوت و تبلیغ سلسلہ احمدیہ قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
نمبر ۱۶ قادیان دارالامان مورخہ ۷ اگست ۱۹۳۲ء جلد ۲۰

ہندوؤں اور سکھوں کی قوم پرستی اور حب وطن کی حقیقت

مسلمانوں کی مخالفت میں ہندوستان کو آئینی ترقی سے محروم رکھنے کی کوشش

سکھوں اور ہندوؤں کی موجودہ شورش

اگر سکھوں اور ہندوؤں میں وطن پرستی کا ایک شائبہ بھی پایا جاتا۔ اگر ان کی غرض ملکی حکومت اور اقتدار کو غیر ملکی ہاتھوں سے لے کر ہندوستانیوں کو تفویض کرنا ہوتا۔ اگر ان کی نیت ہندوستان میں اہل ہند کی حکومت قائم کرنا ہوتی۔ تو وہ ہرگز پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت کے خلاف اس زور شور۔ اس جنگ آفریں اور اس فتنہ انگیز طریق سے اعلان پیکار نہ کرتے۔ اور مسلمانوں کی معمولی سی آئینی اکثریت کو ناقابل برداشت قرار دینے میں کچھ تو عقل و فکر سے کام لیتے۔ لیکن چونکہ ان کا مقصد اور مدعا صرف یہ ہے۔ کہ ہندوستان کو آزادی حاصل ہو۔ یا نہ ہو اہل ہند کو اپنے ملک کی حکومت میں مزید اختیارات ملیں۔ یا نہ ملیں وہ غیر ملکی اقتدار سے مخلصی پائیں۔ یا نہ پائیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے باعزت زندگی بسر کرنا ناممکن بنا دیں۔ مسلمانوں کا مذہب۔ مسلمانوں کی تہذیب۔ اور مسلمانوں کی معاشرت پر انہیں جابرانہ اختیارات حاصل ہو جائیں۔ اور وہ جس طرح چاہیں مسلمانوں کو پیسیں اور تباہ کریں۔ اس لئے وہ شورش برپا کر رہے ہیں۔

ہندوؤں کو ان صوبوں کے متعلق تو ہر طرح کا اطمینان اور تسلی حاصل ہے۔ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ البتہ پنجاب اور بنگال کے صوبے ایسے ہیں۔ جہاں مسلمانوں کو معمولی سی اکثریت ہے۔ اس لئے انہی دو صوبوں میں ہندوؤں کی طرف سے اس بنا پر شورش برپا کی جا رہی۔ حکومت اور مسلمانوں کو دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ اور یہ اعلان کیا جا رہا ہے۔ کہ اگر حکومت نے فرقہ وارانہ مسئلہ کا تصفیہ کرتے وقت مسلمانوں کا ان کی آبادی کی نسبت سے نہیں۔ بلکہ اس سے بھی بہت کم حق اکثریت تسلیم کر لیا۔ تو وہ نظام حکومت کو درہم برہم کر دیں گے۔ ملک میں بدامنی اور فساد پیدا کر دیں گے۔ اور اس روش پر اس وقت تک کاربند رہیں گے جب تک مسلمانوں کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل نہ کر دیا جائے۔

اکثریت کا حق اقتدار

ہر ایک عقلمند اور سمجھدار انسان یہ تسلیم کرے گا۔ کہ کسی ملک میں اکثریت کو ہی برسر اقتدار ہونے کا حق حاصل ہے۔ اور اقلیت کے لئے کسی صورت میں بھی یہ مناسب نہیں۔ کہ وہ اکثریت کے مقابلہ میں خود برسر اقتدار ہونے کی طفلانہ آرزو کا اظہار کرے۔ ہندو اور سکھ اس اصل کو ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے لئے جہاں ان کی اپنی اکثریت ہے۔ بالکل درست قرار دیتے ہیں۔ ہندوستان کی مرکزی حکومت کے لئے بھی یہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہاں بھی انہی کو اکثریت حاصل ہے۔ لیکن صرف پنجاب اور بنگال کے متعلق اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس لئے کہ ان صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اب دنیا کا کوئی انصاف پسند سیاست دان بتائے کہ سکھوں اور ہندوؤں کا یہ رویہ قرین عقل و دانش ہے۔ یا محض فتنہ انگیزی اور مسلمانوں کے ساتھ بے انصافی پر مبنی ہے۔

فرقہ دارانہ حکومت

بار بار کہا جاتا ہے۔ بڑے زور اور تحدی کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ چونکہ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کو حق اکثریت دینے سے فرقہ دارانہ حکومت قائم ہو جائے گی۔ اور مسلمان حکمران بن جائیں گے۔ اس لئے اسے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اگر مسلمانوں کو جو پنجاب اور بنگال میں اکثریت رکھتے ہیں۔ حق اکثریت ملنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ ان صوبوں میں فرقہ وارانہ اور مسلمانوں کی حکومت قائم ہو جا[illegible] پھر کیوں یہی معنی ان صوبوں کے متعلق تسلیم نہیں کئے [illegible] جن میں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ ہندو اور سکھ [illegible] کریں۔ اگر انہی کی تقلید میں مسلمان یہ مطالبہ شروع کر دیں کہ جن صوبوں میں ان کی اقلیت ہے۔ وہاں وہ ہندوؤں کی اکثریت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور اس وقت تک کسی نظام حکومت کو تسلیم نہ کریں گے۔ جب تک ان صوبوں کی اقلیتوں کو ہندوؤں کے مقابلہ میں اکثریت نہ بنا دیا جائے۔ اسی طرح وہ مرکزی حکومت میں ہندوؤں کی اکثریت اور ان کے اقتدار کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جب تک اس میں اقلیتوں کو حق اکثریت نہ دے دیا جائے۔ تو کیا ہندو اور سکھ اس مطالبہ کی تائید کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر نہیں۔ تو کیوں؟ اور کیوں وہ اصل جو اپنے لئے پنجاب اور بنگال میں تجویز کرتے ہیں۔ اسے سارے ہندوستان میں وسعت نہیں دیتے۔ اور کیوں جو کچھ وہ اپنے لئے پنجاب اور بنگال میں طلب کرتے ہیں۔ وہی دوسرے صوبوں اور مرکزی حکومت میں مسلمانوں کو دینے کے لئے تیار نہیں۔

مسلمان اپنی اکثریت چھوڑنے کے لئے تیار ہیں

اگرچہ ساری دنیا میں یہی طریق رائج ہے۔ کہ کسی ملک میں اکثریت ہی کو برسر اقتدار ہونے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اگر ہندو اور سکھ اس طریق میں تغیر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ تو مسلمان ان کی خاطر اس تغیر کو منظور کر لیں گے۔ اور پنجاب و بنگال میں اپنی اکثریت کے اقلیت میں تبدیل ہو جانے کو برداشت کر لیں گے۔ لیکن ہندو اور سکھوں کو بھی تو چاہیئے۔ کہ اس خود تجویز کردہ طریق پر کاربند ہوں۔ اور جن صوبوں میں ان کی اکثریت ہے۔ وہاں اقلیت بننا منظور کر لیں اور مرکز میں بھی اقلیت میں رہیں۔ اگر وہ اس کے لئے تیار نہیں۔ تو پھر انہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ مسلمان بھی کسی صورت میں پنجاب اور بنگال میں اپنی اکثریت کو اقلیت میں منقلب نہیں ہونے دیں گے اور ہندو اور سکھوں کے سوا ساری دنیا انہیں حق بجانب قرار دینے پر متفق ہو گی۔

پنجاب کو آئینی ترقی سے محروم رکھنے کا مطالبہ

غرض ہندوؤں اور سکھوں کے اس رویہ سے ظاہر ہے کہ ان کی غرض کسی صحیح طریق۔ اور دنیا جہان میں تسلیم کر[illegible] کے مطابق تصفیہ کرنا نہیں۔ بلکہ محض یہ ہے۔ [illegible] اور [illegible] لئے ترقی کرنے۔ بلکہ زندہ رہنے کے تمام [illegible] جبکہ سارے ہندوستان میں وہی فرقہ اکثریت کے خلاف شور [illegible] میں پنجاب اور بنگال میں [illegible] کے ساتھ بے انصافی کرنے [illegible] رہے ہیں۔ [illegible] کے اصول جمہوریت کو پس پشت ڈال دینا [illegible] کا مطالبہ [illegible] بالکل معمولی بات ہے۔ وہ تو یہاں تک تیار ہیں کہ [illegible] صوبوں میں انہیں مسلمانوں پر حقیقی اقتدار نہ مل سکے ان کو قسم [illegible] کی آئینی ترقی سے محروم رکھنے کا مطالبہ کریں۔ چنانچہ [illegible] کے روبرو ہندو نمائندے بڑے زور سے یہ کہہ چکے ہیں۔ کہ اگر پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت قائم رکھی جائے گی۔ تو وہ یہی سمجھیں گے۔ کہ پنجاب کو نئی اصلاحات سے بالکل محروم کر دیا جائے

اسی امر کو موجودہ حالات میں وہ اس طرح پیش کر رہے ہیں۔ "اگر گورنمنٹ نے مسلمانوں کے ساتھ انصاف کیا۔ تو ہندو اور سکھ ناراض ہو جائیں گے۔ اور اگر اس نے ہندو اور سکھوں کی بات مانی۔ تو مسلمان نئے کانسٹی ٹیوشن کو فنا کر دیں گے۔ اس حالت میں سرکار کرے۔ تو کیا کرے۔ کیا وہ حق بجانب نہ ہو گی اگر کہہ دے کہ جب تک پنجاب کی مختلف جماعتیں آپس میں کوئی فیصلہ نہیں کر لیتیں۔ تب تک اس صوبہ میں اصلاحات ملتوی کی جاتی ہیں" (پرتاپ ۳۰۔ جولائی)

یہ تو ہندوؤں کی طرف سے کہا جا رہا ہے۔ سکھ بھی اس بارے میں ہندوؤں سے پیچھے نہیں۔ انہوں نے شملہ میں حال ہی میں جو جلسہ منعقد کیا۔ اس میں یہ قرارداد پاس کی ہے۔ کہ اگر حکومت برطانیہ نے اعلان کے ذریعہ پنجاب میں فرقہ وار راج قائم کر دیا تو سکھ ہرگز اس کو قبول نہ کریں گے۔ خواہ انہیں موجباتی آزادی سے دست بردار ہونا پڑے۔

آزادیٔ وطن کی مخالفت

یہ ان لوگوں کی طرف سے کہا جا رہا ہے۔ جو ملک کی آزادی اور وطن کی آئینی ترقی کے بلند بانگ دعوے کرتے ہوئے مسلمانوں کو فرقہ پرست اور ملکی حکومت کے دشمن قرار دیتے نہیں تھکتے۔ وہ اس بات کے لئے تو تیار ہیں۔ کہ پنجاب کو آئینی ترقی سے کلیتہً محروم کر دیا جائے۔ کیونکہ یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے لیکن انہیں یہ گوارا نہیں۔ کہ پنجاب میں بھی اسی اصل کے ماتحت اصلاحات نافذ ہوں۔ جس کے مطابق دیگر صوبوں میں جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ نافذ ہونے والی ہیں۔

کیوں سارے ہندوستان میں اصلاحات ملتوی نہ کی جائیں؟

اب سوال یہ ہے۔ کہ اگر ہندوؤں کی سرکار پنجاب میں اصلاحات ملتوی کرنے میں اس لئے حق بجانب ہو سکتی ہے۔ کہ "پنجاب کی مختلف جماعتیں آپس میں کوئی فیصلہ نہیں کر لیتیں" تو کیوں سارے ہندوستان میں اس لئے اصلاحات ملتوی نہ کر دی جائیں کہ مرکزی حکومت کے متعلق مختلف جماعتوں نے تا حال سمجھوتہ نہیں کیا۔ پھر یہی بات ان صوبوں کی اقلیتیں [illegible] کی اقلیتوں کی طرف [illegible] ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ اگر ان صوبوں [illegible] بنگال کے متعلق ہندوؤں اور [illegible] کیا جائے۔ اور پنجاب [illegible] اس وجہ سے وہ کر سکتی ہیں۔ تو پھر [illegible] روش اختیار کر رکھی ہے [illegible] وہ ہندوستان میں نئی اصلاحات جاری کرنے میں کس منہ سے کہہ سکتے ہیں۔ اور کیا اس کا نتیجہ یہ نہ ہو گا۔ کہ سارے ہندوستان کی آئینی ترقی سے محض ہندوؤں اور سکھوں کے غلط کارانہ طریق عمل کی وجہ سے رکاوٹ [illegible] ڈال دیا جائے گا۔

حب وطن کے دعاوی کا شرمناک مرقع

یہ ہے ہندوؤں اور سکھوں کے وطن پرستانہ اور متحدہ قومیت کی ترقی کے دعاوی کا شرمناک مرقع۔ کہ وہ مسلمانان پنجاب کے ساتھ انصاف کئے جانے پر سارے ہندوستان کی آئینی ترقی کو قربان کر دینے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ اور علی الاعلان اس کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ یہ تو گوارا کر سکتے ہیں۔ کہ ہندوستان کو ہر قسم کی آئینی ترقی سے محروم کر دیا جائے۔ ہندوستان میں وہی غیر ملکی حکومت قائم رہے جس کے خلاف ان کی سرگرمیاں۔ قانون شکنی اور بد امنی۔ فتنہ و فساد۔ حتیٰ کہ کشت و خون تک پہنچ چکی ہیں۔ لیکن انہیں یہ گوارا نہیں کہ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔ اور ان صوبوں میں ان کی معمولی اکثریت بحال رہے۔

ہندوؤں کے کل کے دعوے۔ اور آج کا عمل

انہی ہندوؤں کی طرف سے جن کی آج یہ حالت ہے۔ کل تک تو یہ کہا جاتا تھا۔ کہ ہندو اور مسلمان اپنے حقوق کے معاملہ میں ایک دوسرے کے ساتھ کیوں الجھیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں سے کسی کو اکثریت حاصل ہو جائے ایک ہی بات ہے۔ دونوں بھارت ماتا کے سپوت اور دونوں کے مفاد کا انحصار ایک دوسرے پر ہے ضرورت صرف اس امر کی ہے۔ کہ حکومت اور اقتدار کو غیر ملکی ہاتھوں سے چھین کر ہندوستانیوں کو تفویض کیا جائے۔ لیکن آج جبکہ صرف پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کو معمولی سی اکثریت حاصل ہو سکتی ہے۔ جو بجائے خود بھی کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ لیکن مرکزی حکومت میں ہندوؤں کی اکثریت کی وجہ سے تو وہ بالکل بے حقیقت ہو جاتی ہے۔ وطن پرستی اور ملکی ترقی کے تمام دعاوی کو بالائے طاق رکھ کر ایسا طرز عمل اختیار کر لیا گیا ہے۔ کہ جو ہندوستان کو غلامی کی زنجیروں میں پہلے سے بھی زیادہ جکڑنے کا موجب ہو سکتا ہے۔ اور یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے ہندوستان کے کسی گوشہ سے کوئی قوم پرست ہندوؤں اور سکھوں کی اس وطن فروشانہ اور فتنہ انگیز روش کے خلاف ایک لفظ کہنے کے لئے بھی تیار نظر نہیں آتا۔

مسلمانوں کی روش

ان حالات میں یہ کہنا بالکل درست ہے۔ کہ ہندوؤں اور سکھوں کے اخلاص وطن اور آزادیٔ ہندوستان کے متعلق تمام دعاوی کی غرض صرف یہ ہے۔ کہ مسلمانوں پر انہیں پہلے سے بھی زیادہ قبضہ و اقتدار حاصل ہو جائے۔ خواہ ہندوستان میں غیر ملکی حکومت کی گرفت پہلے سے زیادہ سخت ہو جائے۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ مسلمان [illegible] ایسے نہیں ہیں جنہیں وہ آسانی کے ساتھ نگل سکیں۔ مسلمان جہاں [illegible] اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہیں۔ اور کسی حالت میں بھی اپنے حقوق [illegible] اتلاف گوارا نہیں کر سکتے۔ وہاں ملک اور [illegible]

وطن کی ترقی کے لئے آئینی جدوجہد کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور وہ اس کی ادائگی میں ہمیشہ مصروف رہیں گے۔ کسی مسلمان کے منہ سے کبھی یہ نہ نکلے گا۔ کہ جن صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں اس لئے اصلاحات ملتوی کر دیجائیں۔ کہ ان میں ہندوؤں کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل نہیں کیا گیا۔ بلکہ مسلمانوں کا یہی مطالبہ ہے کہ ہندوستان کو جلد سے جلد مزید اصلاحات دی جائیں۔ اور ایسی اصلاحات دی جائیں۔ جن کی رو سے ملکی حکومت میں اہل ہند کو موثر اختیارات حاصل ہوں۔ اور جس صوبہ میں جس قوم کو اکثریت حاصل ہے۔ اس میں اسی کی اکثریت قائم کی جائے۔

یہ ہے وہ مطالبہ۔ جس کی بنیاد حقیقی قومیت اور وطن کی خیر خواہی پر مبنی ہے۔ اور جس سے ظاہر ہے۔ کہ ہندوستان کی ترقی۔ اور اہل ہند کی عزت و عظمت کا جو جذبہ مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کا عشر عشیر بھی ہندوؤں میں نہیں ہے۔

ہندو اگز کٹو افسروں کے تقرر سے مشکلات

پنجاب کی میونسپل کمیٹیوں کے لئے اگز کٹو افسروں کے تقرر کی تجویز ڈاکٹر گوکل چند صاحب وزیر سیلف گورنمنٹ کی طرف سے چونکہ اس لئے بروئے کار آئی تھی۔ کہ مسلمانوں کی اکثریت کو بے کار بنا دیا جائے۔ اور یہ اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ اہم مقامات پر ہندو اگز کٹو افسر مقرر کئے گئے ہیں۔ اس وجہ سے حالات میں اصلاح ہونے کی بجائے اور زیادہ بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔ اور ہندو اگز کٹو افسروں کے خلاف بے اطمینانی اور بے اعتمادی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ سیالکوٹ کی میونسپلٹی نے جہاں کا صدر ایک سکھ ہے۔ رائے صاحب لالہ نتھو رام اگز کٹو افسر کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس کر دیا ہے۔ اور ملتان کی میونسپلٹی نے اگز کٹو افسر کی اس تجویز کو رد کر دیا ہے۔ کہ شہر میں صفائی کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے واٹر اور ہوس ٹیکس لگایا جائے۔

ابتدا میں ہی میونسپلٹیوں کے لئے ہندو اگز کٹو افسروں کا رویہ ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ کہ ان کے تقرر سے حالات کی اصلاح کی توقع رکھنا بہت مشکل امر ہے۔ اس بات کو اخبار "ملاپ" (۳۱ - جولائی) نے باوجود یہ تسلیم کرنے کے کہ میونسپلٹیوں کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے اگز کٹو افسران کی تقرری ہماری بھاری ذلت ہے۔" اگز کٹو افسروں کے تقرر کا بہت بڑا حامی ہے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ "جہاں جہاں ہندو اگز کٹو افسر مقرر ہوئے ہیں۔ وہاں ان کے راستہ میں بھاری مشکلات حائل کی جا رہی ہیں۔" مگر صحیح طور پر یوں ہے۔ کہ جہاں جہاں ہندو اگز کٹو افسر مقرر ہوئے ہیں۔ وہاں بھاری مشکلات کا موجب بن رہے ہیں۔ ہندو اخبارات ڈاکٹر گوکل چند صاحب کو اب یہ مشورہ دے رہے ہیں۔ کہ "اگز کٹو افسروں کے خلاف جو [illegible] کا آغاز ہوا ہے۔ اسے فوراً دبا دیں۔ اور فرقہ پرست اور خود غرض ممبران کی ایسی گوشمالی کی جائے۔ کہ ان کی آنکھیں کھل جائیں۔ اور آئندہ کے لئے انہیں کوئی ایسی حماقت کرنے کی جرأت نہ ہو" لیکن یہ قدم بھی اٹھا کر دیکھ لیا جائے جس فتنہ کی بنیاد [illegible]

احمدیت پر اعتراضات کے جواب

حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ایک ناپاک الزام کی تردید

آپ نے کسی نبی کی توہین نہیں کی

موجودہ زمانہ کے علماء

معزز معصر "سیاست" اپنے ایک حال کے پرچہ مورخہ ۳۰ جولائی میں چودھویں صدی کے علمائے سور کی حرکات کو دیکھتے ہوئے رقمطراز ہے :-

"روایت ہے۔ کہ سرور کائنات فخر موجودات محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج میں دوزخ کا نظارہ پیش کرتے وقت ایک ایسا انسانوں کا گروہ دکھایا گیا۔ جن کی زبانیں جہنم میں مقراض آتشیں سے کاٹی جارہی تھیں۔ حضور آقائے دوجہاں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے استفسار فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ روح الامین نے دست بستہ عرض کی۔ کہ یہ آپ کی امت کے عالمان دین ہیں۔ جو نہیں کرتے تھے۔ جو دوسروں کو کرنے کے لئے کہتے تھے۔ ان علمائے سور کا اس زمانہ فتن وابتلا میں اس اکثریت سے ظہور ہوا۔ کہ الامان والحفیظ گو اس خباثت کے ظہور کا اثر یہ ہوا۔ کہ آج مسلمانوں میں فتنہ وفساد برپا ہے۔"

بدترین خلائق

ایک حدیث میں آتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علماء ھم شر من تحت ادیم السماء کہ اس زمانہ کے علماء آسمان کے نیچے جو کچھ بھی ہوگا۔ اس میں سب سے بدتر وہ ہوں گے۔ یہ موجودہ زمانہ کے علماء کی حقیقت تھی۔ جسکا اظہار حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج سے قریباً چودہ سو برس پہلے کیا۔ اور جسے من وعن آج ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ اسی قسم کے علماء کا ایک طبقہ آجکل "زمیندار" کے پرچوں میں اپنی سوقیانہ طرز اور غیر شریفانہ اطوار کا مظاہرہ کر کے اپنے آپ کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا مصداق ثابت کر رہا ہے کہ علماء ھم شر من تحت ادیم السماء

ہمارا رویہ

ہمیں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ آپ کی پاکیزہ تعلیم اور احمدیت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ہم ان لوگوں کو اسی رنگ میں جواب دیں۔ جو انہوں نے خود اختیار کر رکھا ہے اس لئے ہم ہمیشہ ان کی بدزبانیوں کو نظر انداز کرتے رہتے ہیں۔ البتہ جو اعتراضات کئے جائیں۔ ان کے معقولیت کے ساتھ جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی اصل کے ماتحت آج بھی ہمیں ایک ایسے اعتراض کے متعلق کچھ عرض کرنا مقصود ہے جس کی بناء پر ظالم اور مفتری مخالفین ازراہ شرارت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافر مرتد اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔

ایک میرٹھی مولانا کا اعتراض

زمیندار ۳۰ جولائی میں ایک شخص "مولانا سید کاظم علی شاہ سیف اللہ میرٹھی" نے ایک مضمون شائع کرایا ہے جسکی غرض یہ بتائی ہے۔ کہ بہاولپور کے "دربار معلی" نے ایک احمدی کے خلاف تنسیخ نکاح کے مقدمہ میں علماء کا سہارا لینے کی جو تجویز کی ہے۔ اسے پورا کیا جائے۔ اور احمدیوں کو خارج از اسلام قرار دیا جائے۔

اس کے لئے میرٹھی صاحب نے سب سے بڑا حربہ جو پیش کیا ہے۔ وہ انہی کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے لکھتے ہیں :-

"کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان نہ لائے۔ اور کسی نبی کی نبوت سے (خواہ وہ نبی کسی درجہ کا کیوں نہ ہو) انکار نہ کرے۔ (توہین وتحقیر تو بڑی چیز ہے) چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولٰئک ھم الکافرون حقا (سورۃ النساء رکوع ۱۹)

جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کیساتھ اور ارادہ کرتے ہیں۔ کہ جدائی ڈالیں۔ اللہ اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں۔ کہ ہم ایمان لائیں ہیں بعض رسولوں پر اور کفر کرتے ہیں بعض کا۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ پکڑیں ایمان میں کوئی راستہ وہ بے شبہ کافر ہیں۔ اس آیت سے بصراحت یہ معلوم ہوتا ہے جو شخص کسی نبی کی نبوت سے انکار کرے۔ وہ مطلقاً کافر ہے"

اس تمہید کے بعد میرٹھی صاحب نے جو مدعا پیش کیا وہ یہ ہے۔

"مرزاجی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بہت کچھ زہر اگلا ہے جس کا کوئی حد وحساب نہیں۔ ان کو مکار۔ فریبی اور شرابی وغیرہ کہتے کہتے سرے سے نبوت ہی کا انکار کر بیٹھے لکھتے ہیں کہ :-

(۱) مسیح کے حالات پڑھو۔ تو یہ شخص اس لائق نہیں ہو سکتا کہ نبی ہو" (الحکم ۱۲ر فروری ۱۹۰۲ء)

ایسے ناپاک خیال متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلامانس آدمی بھی نہیں کہہ سکتے۔ چہ جائیکہ اسے نبی کہا جائے۔ (ضمیمہ انجام آتھم وعشرہ کاملہ)"

پھر لکھا "اور سورۃ نساء کی اس آیت سے جسکو ابھی ہم نقل کر چکے ہیں۔ یہ معلوم ہو چکا ہے۔ کہ جو کوئی کسی ایک نبی کی نبوت سے انکار کرے۔ وہ یقینی کافر ہے۔ تو مرزا صاحب کے کفر پر کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہیں رہتا"

میرٹھی صاحب کی دیانتداری

ایک بہت بڑی جماعت کے مقتدا کے متعلق اور پھر ایسے مقتدا کے متعلق جو نہ صرف خود اسلام کی تعلیم کا حقیقی نمونہ تھا بلکہ اس نے لاکھوں انسانوں کو اسلام کا فدائی بنا دیا۔ جس نے دنیا کے سامنے زندہ خدا کو پیش کیا۔ جس نے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر کے دکھا دیا۔ اور جس کے پیرو چار دانگ عالم میں اسلام کا جھنڈا بلند کر رہے اور سعید الفطرت لوگوں کو اس کے نیچے لا رہے ہیں۔ یہ اتنا بڑا الزام لگاتے ہوئے ذرا خوف خدا نہ آیا۔ کہ اس نے "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک میں دیدہ دہنی" کی ہے۔ اور نہ خارج از اسلام کہنے میں پہلا ذرہ بھی شرم آئی۔ لیکن اتنے بڑے [illegible] سباق کو مدنظر رکھا ہی حوالہ جو پیش کیا۔ نہ تو اس [illegible] کی جرأت کی۔ بلکہ اس میں تحریف اور نہ اسے مکمل طور پر [illegible] امانت کی قلعی کھول دی۔ کر کے اپنی [illegible]

۱۲ر فروری ۱۹۰۲ء سے جو ایک سطری حوالہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عیسائی کے ساتھ لمبی گفتگو میں سے لیا گیا ہے۔ یہ گفتگو کئی دن ہوتی رہی۔ اور پھر الحکم کے کئی پرچوں میں شائع ہوئی۔ جس حصہ سے میرٹھی صاحب نے ایک سطر اخذ کی ہے۔ وہ عیسائی صاحب کی ایک

[illegible] جواب میں تھی۔ جو انہوں نے مجلس میں پڑھ کر سنائی اور جو "مسیح کی الوہیت کے دلائل پر مشتمل تھی"۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیوں کے مسلمات کی بناء پر الوہیت مسیح کے خلاف تقریر فرمائی۔ اس میں کا صرف ایک فقرہ اور وہ بھی نامکمل پھر سیاق و سباق کو دیدہ دانستہ نظر انداز کرتے ہوئے میرٹھی صاحب نے اچک لیا۔ جو کہ اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔ حالانکہ اگر ان میں دیانتداری کا کچھ بھی مادہ ہوتا تو اول تو اس موقع کے فقرہ کو جہاں کہ وہ استعمال ہوا حضرت عیسیٰؑ کی ہتک کے طور پر ہرگز پیش نہ کرتے۔ اور اگر عقل و فہم سے عاری ہونے کی وجہ سے کیا ہی تھا۔ تو پوری عبارت لکھتے یا کم از کم وہ فقرہ ہی مکمل طور پر پیش کرتے۔ مگر ان میں سے کوئی بات بھی انہوں نے نہ کی۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ انہوں نے دیدہ دانستہ دھوکہ دہی اور فریب کاری سے کام لیا۔ اور جان بوجھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ایسی بات پیش کی جو سراسر دروغ اور بے بنیاد ہے۔

اصل فقرہ

قبل اس کے کہ جس عبارت میں یہ فقرہ الوہیت مسیح کے خلاف استعمال ہوا ہے۔ اس کا تھوڑا سا حصہ پیش کیا جائے۔ اصل فقرہ پیش کر دیا جاتا ہے۔ جو کہ یوں ہے:-

"مسیح کے حالات پڑھو۔ تو صاف معلوم ہوگا۔ کہ یہ شخص [illegible] کبھی اس قابل نہیں ہو سکتا۔ کہ نبی بھی ہو چہ جائیکہ خدا یا خدا کا بیٹا"

میرٹھی صاحب کے پیش کردہ فقرہ سے مقابلہ کر کے دیکھ لیا جائے۔ وہ نہ صرف اسی ایک سطری فقرہ میں بھی لفظی تحریف سے باز نہ رہ سکے۔ بلکہ آخری الفاظ کو بالکل ہی کھا گئے۔ کیونکہ ان سے ثابت ہوتا تھا۔ کہ یہ کلام الوہیت مسیح کے خلاف گفتگو میں استعمال ہوا ہے۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ جس شخص کی دیانتداری کی یہ حالت ہو کہ دینے میں آفتاب پاک ہو، جو بیہودہ یا نہ تحریف میں ایسا ماہر ہو۔ کی بقیہ خرافات اس قابل ہو سکتی ہے۔ کہ کوئی عقلمند اس [illegible] کو بھی وقعت دے۔

فقرہ سے [illegible] عبارت

پھر انہوں کو دھوکہ دہی اور فریب کاری [illegible] کی عبارت سے کھل جاتی ہے جو اس فقرہ [illegible] حقیقت ذیل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"انجیل کے بعض اقوال بتاتے ہیں۔ کہ اس کا یہ حال ہے۔ کہ اصل کا پتہ ہی نہیں۔ کیونکہ اصلی زبان مسیحؑ کی عبرانی تھی۔ اور خود مسیح اپنی الگ انجیل کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر مسیح نے کبھی اپنی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہودیوں کے پتھراؤ کرنے پر اور اس کفر کے الزام پر ان کا قومی اور کتابی محاورہ پیش کر کے نجات پائی۔ اپنی خدائی کا کوئی ثبوت نہ دیا اور اپنے سے کبھی فوق العادت کام نہ دکھایا۔ معجزات کا وہ حال پیشگوئیوں کی وہ حالت۔ علم کی یہ صورت کہ اتنا پتہ نہیں۔ کہ انجیر کے درخت کو اس وقت پھل نہیں ہوگا۔ اختیار کا یہ حال کہ اسے ہاتھ لگا نہیں سکا۔ ساعت کا علم نہیں دے سکتا۔ ضعف و توانائی اتنی کہ طمانچہ اور کوڑے کھاتا ہوا صلیب پر چڑھتا ہے۔ یہودی کہتے ہیں۔ کہ خدا کا بیٹا ہے تو اتر آ اترنا تو درکنار ان کو کچھ جواب بھی نہیں دے سکتا۔ چال چلن کا وہ حال کہ استاد بھی عاق کر دیتا ہے۔ اور یہودیوں کے الزامات کئی پشت تک اوپر ہوتے ہیں۔ اور کوئی جواب نہیں دیا جاتا۔ اور پھر مسیح کے حالات کو پڑھو۔ تو صاف معلوم ہوگا۔ کہ یہ شخص کبھی بھی اس قابل نہیں ہو سکتا۔ کہ نبی بھی ہو چہ جائیکہ خدا یا خدا کا بیٹا۔"

کیا تعصب اور ہٹ دھرمی سے الگ ہو کر غور کرنے والے ہر انسان کو مندرجہ بالا سطور کا ایک ایک لفظ یہ نہیں بتا رہا۔ کہ یہ جو کچھ کہا گیا ہے۔ انجیل کے بیانات اور عیسائیوں کے مسلمات کی بناء پر کہا گیا ہے۔ الوہیت مسیح کی بطلان ثابت کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ جس نے عیسائیوں کے چھکے چھڑا دئے اور جسکی وجہ سے عیسائیت پر اسلام کا غلبہ ثابت ہو گیا۔ لیکن [illegible] کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ ان سب باتوں کو نظر انداز کر کے اور دیدہ دانستہ نظر انداز کر کے ایک میرٹھی "مولانا" یہ ثابت کرنے اٹھے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے ایک کفر شکن تقریر میں ایک فقرہ ایسا استعمال کیا ہے۔ جس سے نعوذ باللہ آپ پر کفر عائد ہو گیا۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

بہاولپور کے دربار معلی سے گزارش

ان میرٹھی مولانا صاحب کی بددیانتی۔ دھوکہ دہی یا پھر حد سے بڑھی ہوئی حماقت کو پایۂ ثبوت تک پہنچاتے ہوئے جنہوں نے اس بناء پر کہ "بذریعہ اخبار زمیندار عام علمائے اسلام کو دعوت دی ہے۔ کہ وہ دلائل شرعیہ کی رو سے قادیانی جماعت کے متعلق اپنی اپنی رائے سے عدالت ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کو مطلع کریں۔" اگر ہم ریاست بہاولپور کے "دربار معلی" میں یہ گزارش کریں۔ تو کوئی بے جا نہ ہوگا۔ کہ کیا یہی وہ علمار اسلام ہیں۔ جن کی رائے کی بناء پر آپ نے جماعت احمدیہ کے کفر و اسلام کے فیصلہ کا انحصار رکھا ہے۔ کیا یہی ان کا تقویٰ اور یہی ان کی دیانتداری ہے۔ جسکی وجہ سے ان کی ہر ایک رائے کو "شرع شریعت" قرار دیا جا [illegible] ہے۔ اور پھر کیا یہی ان کے وہ دلائل ہیں۔ جن کے ذریعہ عدالت ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کو وہ مطلع کر رہے ہیں کہ وہ ایک احمدی کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے۔

خدارا غور فرمائیے۔ اپنے علمار کے تقویٰ و طہارت ان کی دیانت و امانت ان کے علم و عقل کا صحیح اندازہ لگائیے۔ اور ایسے لوگوں کے کہنے سے کوئی ایسا فیصلہ نہ کیجئے۔ جو عدل و انصاف پر ہمیشہ کے لئے صحیح دھبہ لگانے والا ہو۔

اصولی جواب

اگرچہ میرٹھی صاحب کے پیشکردہ پہلے ہی حوالہ کی حقیقت بتانے اور ان کی دیانتداری کے چہرہ سے نقاب اتار دینے کے بعد ضرورت نہیں۔ کہ ان کی بقیہ خرافات کے متعلق کچھ کہا جائے۔ تاہم اصولی طور پر ان کے دوسرے پیشکردہ حوالوں اور ان سے اخذ کردہ نتیجہ کے متعلق روشنی ڈالی جاتی ہے۔

انبیاء کے متعلق حضرت مسیح موعود کا عقیدہ

میرٹھی صاحب کی ساری تگ و دو اور تمام سعی نامسعود کی غرض یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کی۔ اور اس طرح ان کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ لیکن یہ قطعاً دروغ اور افترا ہے کسی نبی کی ہتک کرنا تو الگ رہا۔ تمام انبیاء کو بلا استثناء "آفتاب صدق" "مہر انور" "ظل دیں پناہ" "خیل پاک" قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

ہر رسولے آفتاب صدق بود | ہر رسولے بود مہر انورے
ہر رسولے بود ظل دیں پناہ | ہر رسولے بود باغ مثمرے
گر بدنیا نامدے ایں خیل پاک | کار دیں [illegible] ابترے

(در ثمین فارسی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف

پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی، عظمت تقدس اور راستبازی کے متعلق اور ان پر ایمان لانے کے ذکر میں تو بڑی وضاحت سے لکھا ہے:-

"ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں سو ہماری کتاب میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے۔ جو ان کی شان بزرگ کے برخلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے۔ تو وہ دھوکہ کھانے والا اور جھوٹا ہے۔" (ایام الصلح ٹائٹل پیج ص۲)

پھر مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں۔ تو پھر کیونکر ہمارے قلم سے ان کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں۔" (کتاب البریہ صفحہ ۹۳)

پھر لکھتے ہیں:-

"عیسائی خواہ حضرت عیسٰی کو خدا کا بیٹا یا خدا جو چاہیں بنا دیں۔ مگر وہ ان کی اصل اتباع اور حقیقی مقام سے بے خبر ہیں اور ہم ہرگز تحقیر نہیں کرتے۔ ہم حضرت عیسٰی کو خدا تعالےٰ کا سچا نبی یقین کرتے ہیں" (اخبار البدر ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء)

اور دیکھئے فرماتے ہیں:۔

"میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ کوئی انسان حضرت عیسٰی جیسے راستباز پر بدزبانی کرکے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وعید من عادیٰ ولیّاً دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے"

(اعجاز احمدی صفحہ ۳۸)

ان تمام حوالجات سے یہ بات بیّن طور پر ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ہتک کا جو الزام لگایا جاتا ہے۔ وہ سراسر جھوٹ اور غلط ہے جو انسان حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لاتا ہو۔ ان کو ایک برگزیدہ اور راستباز نبی یقین کرتا ہو۔ جو یہ یقین رکھتا ہو۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جیسے راستباز انسان پر بدزبانی کرکے کوئی انسان ایک رات کے لئے بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ کس طرح اس کی توہین و تحقیر کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ اور پھر جو انسان اپنے آپ کو مثیل مسیح قرار دیتا ہو۔ اور دلائل قویہ اور براہین نیرہ سے یہ ثابت کر چکا ہو کہ میں ہی مثیل مسیح ہوں۔ وہ کیونکر اس انسان کے متعلق جس کا اپنے آپ کو مثیل قرار دیتا ہے۔ ہتک آمیز الفاظ اپنی طرف سے لکھ سکتا ہے۔

معترضین کے پیشکردہ حوالے

باقی رہے وہ حوالے جو مخالفین حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ہتک کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ اور جن کی نقل پیر گھٹی صاحب نے کی ہے۔ ان سب کی وہی حقیقت ہے۔ جو ایک کے متعلق ہم اسی مضمون میں ثابت کر چکے ہیں۔ اور خود حضرت مسیح موعودؑ اس بارے میں لکھ چکے ہیں۔

"یاد رہے کہ یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے۔ جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹمار کہا اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا۔ کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔ ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔" (انجام آتھم صفحہ ۱۳)

پھر فرماتے ہیں:۔

اس بات کو ناظرین یاد رکھیں۔ کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا۔ جیسا کہ وہ ہمارے مقابل کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے اس عیسٰی علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے۔ اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے۔ اور آنے والے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کے بارہ میں پیشگوئی کی تھی۔ بلکہ ایک شخص یسوع نام کو مانتے ہیں۔ جس کا قرآن میں ذکر نہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ اور پہلے نبیوں کو بٹمار وغیرہ ناموں سے یاد کرتا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شخص ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سخت مکذب تھا۔ اور اس نے یہ پیشگوئی بھی کی تھی۔ کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ سو آپ لوگ خوب جانتے ہیں۔ کہ قرآن شریف نے ایسے شخص پر ایمان لانے کے لئے ہمیں تعلیم نہیں دی" (آریہ دھرم)

ضرورت حقہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ طرز کلام اختیار کرنے کی کیوں ضرورت پیش آئی۔ اور آپ نے اناجیل کے پیشکردہ یسوع کی حقیقت خود اناجیل سے اس قسم کی کیوں ظاہر کی۔ اس کی وجہ بھی سن لیجئے۔ فرماتے ہیں:۔

"ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیکر ہمیں آمادہ کیا۔ کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں۔ چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زانی لکھا ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں۔ پس اسی طرح مردار اور خبیث فرقہ نے جو مردہ پرست ہیں ہمیں اس بات کے لئے مجبور کر دیا۔ کہ ہم بھی ان کے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں۔" (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسلامی غیرت

یہ غیرت اللہ تعالےٰ کی طرف سے صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی ودیعت کی گئی تھی۔ کہ آپ اپنے آقا کے خلاف بدزبانی کو نہ سن سکے۔ اور یہ آپ کا ہی دل گردہ تھا۔ کہ باوجود عیسائی حکومت کے آپ نے ان کے عقائد کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر کر قصر عیسائیت کو زمین بوس کر دیا۔ پھر آپ کے ہی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق کا نتیجہ تھا۔ کہ مخالفانہ حالات کو پرِ پشہ کے برابر بھی وقعت نہ دیتے ہوئے عیسائیوں کے یسوع کا ایسا نقشہ کھینچا۔ کہ عیسائیوں کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ پھر یہ آپ ہی کی اسلام سے والہیت تھی۔ کہ اس وقت جبکہ عیسائیت کا زور کے ساتھ سیلاب بھی امڈا چلا آ رہا تھا۔ اور قریب تھا۔ کہ اپنے بہاؤ کے زور میں مسلمانوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے۔ آپ نے سیلاب میں غرق ہونے سے مسلمانوں کو بچایا پھر آپ نے ہی اسلام کی حقانیت اور عیسائیت کے ضعف۔ اسلام کے زندہ خدا اور عیسائیوں کے مردہ یسوع کی حقیقت، دنیا پر ظاہر کر دی۔

غرض اس تمام بیان سے معمولی سے معمولی عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت سے انکار کیا۔ اور نہ ان کی تحقیر و توہین کی۔ اور نہ خلاف اسلام کوئی بات کی۔ جو شخص آپ کے اسلام پر اعتراض کرتا ہے۔ اور آپ کو نعوذ باللہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہے۔ وہ جانتا ہی نہیں۔ کہ اسلام کیا ہے۔ اسلام کی حقیقت کیا۔ اور اسلام اپنے پیروؤں کے لئے کیا ہدایات دیتا ہے۔

دربار بہاولپور کے پیر صاحب کی شہادت

بہاولپور کے "دربار معلیٰ" اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کو چاہیئے۔ کہ ایسے لوگوں کی جماعت احمدیہ کے خلاف باتوں کو کوئی وقعت دینے کی بجائے اول خود احمدیہ لٹریچر اور احمدیہ عقائد سے واقفیت حاصل کریں۔ یا پھر کم از کم اس انسان کے اقوال کے آگے سر جھکا دیں۔ جس کے پاکباز اور متقی ہونے کی شہادت تمام بہاولپور دے سکتا ہے۔ اور جو بہاولپور کے حکمران خاندان کے پیر تھے۔ یعنی حضرت شیخ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے۔ اشارات فریدی حصہ ۳ صفحہ ۷۰ میں لکھا ہے۔ کسی نے پیر صاحب سے عرض کیا۔ کہ مرزا صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کو بہت برا بھلا کہا ہے۔ اور عیسائیوں سے آنحضرت صلعم کی ہتک کے دستکش ہونے کا مطالبہ کیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اگر تم (عیسائی) ایسا نہیں کرو گے۔ تو میں تمہارا تمام پول کھول کر رکھ دونگا۔ اور تمہارے فرضی مسیح کی وہ گت بناؤں گا۔ کہ تمہیں چھٹی کا دودھ یاد آ جائیگا۔ اس کے متعلق پیر صاحب نے فرمایا۔ "آرے ایں چنیں است" یعنی ہاں ایسا ہی ہونا چاہیئے جناب پیر صاحب موصوف کی طرف سے یہ ارشاد ان تمام اعتراضات کو باطل قرار دے رہا ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی عیسائیت کے مقابلہ کی تحریروں پر کیا گیا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا کمال

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعریف و توصیف میں جناب پیر صاحب موصوف نے بہت کچھ فرمایا ہے۔ ان کے متعدد ارشادات میں سے بطور نمونہ صرف ایک یہ پیش کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں

"مرزا صاحب مرد نیکو صالح است و نزد من کتاب از الہامات خود فرستادہ است کمال او از اں کتاب ظاہر است"

یعنی مرزا صاحب خدا کے نیک اور صالح بندے ہیں۔ میرے پاس اپنے الہامات کی جو کتاب انہوں نے بھیجی ہے۔ اس سے ان کا کمال ظاہر ہے۔ (ارشادات فریدی صفحہ ۳۰۸)

بہاولپور کی عدالت غور کرے

پس جس انسان کے متعلق دربار بہاولپور کے پیر صاحب نے یہ لکھا ہو۔ اس کی نسبت اگر بہاولپور کی کوئی عدالت خواہ وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت ہو۔ یا "دربار معلیٰ" ہی ہو کس طرح ان لوگوں کے بیانات کو وقعت دے سکتی ہے۔ جن کے متعلق پیر صاحب موصوف کا۔۔۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ

تحقیق الادیان

برہمو سماج اور ضرورت الہام

برہموؤں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ الہام الہٰی کی کوئی ضرورت نہیں۔ انسان کو راہ راست پر چلانے کے لئے محض عقل کافی ہے۔ عقل کے ذریعہ ہی انسان اپنے لئے شریعت اور مذہب تیار کر سکتا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ کہ الہام الہٰی کی ضرورت نہیں۔ بالکل باطل ہے۔ نیز یہ کہنا کہ سلسلۂ وحی دنیا میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ سراسر غلط ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے ظاہر ہے۔

پہلی دلیل

دنیا کی ہر قوم میں جن لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا انہوں نے ایک امت بنائی۔ اور آج تک ان کی کتابیں اور امتیں موجود ہیں۔ ان کے متعلق تاریخ شاہد ہے۔ کہ وہ نہایت راست باز تھے۔ ان کے دشمنوں نے بھی ان کے متعلق یہی کہا۔ کہ ہم نے ان کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ اور انہوں نے اپنے مال۔ جان۔ عزت کسی کی بھی پرواہ سچائی کے مقابلہ میں نہ کی۔ ان کا متفقہ بیان ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ہم سے ہمکلام ہوا۔ پس اگر ہم برہمو سماج کے اصول کو تسلیم کرلیں تو ساری دنیا کے راست بازوں کی تکذیب لازم آتی ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے کبھی آپس میں تبادلہ خیالات نہ کیا۔ نہ وہ ایک زمانہ میں ہوئے۔ پس راست بازوں کی الہام الہٰی کے متعلق متفقہ شہادت الہام کو ثابت کرتی ہے۔

دوسری دلیل

برہمو سماج اور تمام وہ لوگ جو الہام الہٰی کے منکر ہیں۔ ان کا دعویٰ نفی کے رنگ میں ہے۔ جس کے زیادہ سے زیادہ یہ معنی ہیں۔ کہ ان کو کبھی الہام نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ ہر ایک کو الہام کا شرف حاصل ہو۔ لیکن وہ لوگ جو الہام کا دعویٰ رکھنے والے اور اپنے آپ کو ملہم کہتے ہیں۔ ان کا دعویٰ اثبات کے رنگ میں ہے۔ اور شہادت میں اثبات نفی پر غالب ہوتا ہے۔

تیسری دلیل

اگر سلسلۂ وحی کو نہ مانا جائے۔ تو اس سے ایک بہت بڑا نقص لازم آتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس عقیدہ سے خدا تعالیٰ کی صفت تکلم کو زائل اور باطل ماننا پڑتا ہے اور یہ بڑا بھاری ظلم ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی ذات یا صفات سے کسی صفت حسنہ کی نفی کر دی جائے۔ خدا تعالیٰ کی تو یہ شان ہے کہ۔ ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ یعنی ہر ایک اچھی صفت خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے۔ پس جبکہ برہمو سماجی بھی خدا کی ذات میں تمام صفات حسنہ کو موجود مانتے ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ وہ اس ذات پاک سے صفت تکلم کی نفی کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایک صفت کی نفی کرنا دیگر تمام صفات کو ماننا گویا یہ ترجیح بلا مرجح ہو۔ اور سوال ہو سکتا ہے۔ کہ پھر باقی صفات کو تم کیوں ذات باری سے منتفی نہیں کرتے۔ پس اس بڑے نقص سے بچنے کے لئے یہ ماننا ضروری ہے۔ کہ خدا میں تکلم کی صفت ہے۔ اور وہ الہام کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی رہتی ہے۔

چوتھی دلیل

ایک انسان دوسرے انسان کو جو خواہ اس کا ہم جنس ہم مذہب اور ہم قوم ہو۔ بلکہ حقیقی بھائی یا میاں بیوی کا تعلق رکھنے والا ہو۔ پھر بھی محض اپنے خیال اور اپنے قیاس سے کوئی طریق اختیار کر کے اسے خوش نہیں کر سکتا۔ جب تک دوسرا شخص اپنے کلام کے ساتھ اپنی دلی خواہشات کو پہلے شخص پر ظاہر نہ کر دے۔ پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ انسان خدا تعالیٰ کو جو انسان سے اپنی ذات اور صفات میں بالکل الگ ہے۔ اور حواس خمسہ سے معلوم نہ ہو سکنے والی وراء الوریٰ ہستی ہے۔ بغیر اس کے اظہار کرنے کے اپنے خیال سے اس کی رضامندی کی راہوں کو متعین کر سکے۔ یعنی جب تک خدا خود کسی انسان کو یہ نہ بتائے کہ ان کاموں کے کرنے سے میں تم پر خوش ہونگا اس وقت تک انسان خواہ کچھ کرتا رہے۔ خدا تعالیٰ کو خوش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

مثال کے طور پر دیکھ لو۔ ایک مہمان جس کو حقہ یا پان کی عادت ہو۔ وہ ہمارے گھر سے باوجود ہر قسم کے آرام پہنچنے کے کبھی خوش نہیں جائیگا جب تک ہم اس کی عادت کو اس کے کلام سے معلوم کرنے کے بعد پورا نہ کریں۔ پس غور کا مقام ہے۔ کہ جب ایک انسان کو ہم اس کی مرضیات معلوم نہ ہونے پر خوش نہیں کر سکتے۔ تو خدا تعالیٰ کو بغیر اس کے کہ وہ الہام کے ذریعہ اپنی مرضیات ہم پر ظاہر کر دے کس طرح خوش کر سکتے ہیں۔

پانچویں دلیل

الہام الہٰی اس لئے بھی ضروری ہے۔ کہ اس کے بغیر ہستی باری تعالیٰ پر اطمینان قلب محض عقلی دلائل سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے کلام کے ذریعہ انا الموجود کہے۔ دیکھو ایک کمرہ جس کے تمام دروازے اندر سے بند ہوں۔ کھٹکھٹانے پر عقل کسی نہ کسی وجود کے اندر ہونے پر دلیل رکھتا ہے۔ لیکن باوجود اس یقین کے کہ اندر کوئی نہ کوئی شخص ضرور موجود ہے ہمیں اس کی ذات کی تعیین کے متعلق کبھی وہ اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ وہ اندر سے ہم کو جواب دے۔ اسی طرح مذہب جس کا مقصد خدا تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق پیدا کرنا ہے۔ محض عقلی دلائل پر منحصر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ضروری ہے۔ کہ وہ اپنا بے نظیر کلام انبیاء پر نازل کرے۔ تاکہ وہ اس کلام کو لوگوں تک پہنچا کر ان میں خدا پر حقیقی ایمان پیدا کر سکیں۔

چھٹی دلیل

برہمو سماج کے اصول کے مطابق انبیاء علیہم السلام کا انکار جائز ہے۔ اور ان کے دعاوی کو ماننا ضروری نہیں۔ لیکن اس کے برخلاف انبیاء کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ ان کا ماننا از حد ضروری ہے۔ اور ان کا انکار باعث ہلاکت و بربادی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ان ہر دو دعووں میں سے سچا کون کونسا ہے۔ اگر انبیاء کے انکار یا اقرار کا کوئی نتیجہ مرتب ہوتا رہا ہو تو سمجھا جائیگا۔ کہ انبیاء کا دعویٰ سچا ہے اور اگر انبیاء کے انکار اور اقرار کا کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوا۔ تو ماننا پڑیگا کہ انبیاء راستی پر نہ تھے۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر جب ہم واقعات پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کا انکار منکرین کے حق میں ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوا ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی بن مریم۔ یعنی داؤد علیہ السلام کے انکار سے بنی اسرائیل سے سلطنت اور مسیح کے انکار سے نبوت چھین لی گئی۔ چنانچہ واقعات نے بتا دیا۔ کہ سینکڑوں برس سے نبوت اور سلطنت ہر دو نعمتوں سے محروم چلے آرہے ہیں۔ پس انبیاء کے انکار سے نتیجہ کا مرتب ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ ان کو خدا تعالیٰ نے ہی مبعوث فرمایا۔ اور جن لوگوں نے ان کی گستاخی کی۔ ان پر ایمان نہ لائے۔ ان پر خدا کی لعنت وارد ہوئی۔ جو ان کو تمام فضلوں سے محروم کر گئی۔ پس چونکہ انبیاء وہی ہوتے ہیں جن کو بکثرت الہامات الہٰی سے مشرف ہونے کا دعویٰ ہوتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ الہام الہٰی کا سلسلہ جاری ہے۔

ساتویں دلیل

دینی اور جسمانی زندگی جو کہ فانی ہے۔ اس کے قیام کے لئے محض عقل کافی نہیں۔ بلکہ عقل ایک کارکن ہے۔ جو خدا کے دئے ہوئے سامان کو استعمال کر کے انسانی زندگی کو دنیا میں قائم کرتی ہے۔ اگر یہ سامان عقل سے الگ کر لیا جائے۔ تو عقل

چندہ کشمیر کیلئے بیرونی ممالک کے احمدی احباب کی جدوجہد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تحریک چندہ کشمیر میں نہ صرف ہندوستان کی احمدیہ جماعتیں حصہ لے رہی ہیں۔ بلکہ بیرونی ممالک کی جماعتیں بھی اس میں شریک ہو کر ثواب حاصل کر رہی ہیں۔ افریقہ کے علاقہ نیروبی کے احمدی احباب نہ صرف خود چندہ دے رہے ہیں۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں سے بھی کشمیر کی بیواؤں یتیموں اور غرباء کے لئے وصول کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ذیل میں ان احباب کی جدوجہد کا ذکر کیا جاتا ہے

بابو اکبر علی خانصاحب ممباسہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حضور لکھتے ہیں ہم اس چندہ کی تکمیل کے لئے پوری کوشش کر رہے ہیں اور افریقہ کی دوسری جماعتوں کو بھی توجہ دلا رہے ہیں۔

مگاڈی سے جناب بدرالدین احمد صاحب لکھتے ہیں

گو میں شہری آبادی سے دور ہوں۔ تاہم کشمیر کے غرباء مساکین بیواؤں اور یتیموں کے چندہ کے لئے کوشش کرتا رہتا ہوں تا مسلمان احباب صدقہ اور خیرات سے ان کی مدد کرتے ہوئے ثواب حاصل کر سکیں۔

آپ نے مندرجہ ذیل احباب سے چندہ لیکر بھجوایا ہے

۱۔ بابو حسن محمد صاحب ۳۰ — ۳
۲۔ بھائی محمد عزیز صاحب ۵۰ — ۷
۳۔ بھائی خدا بخش صاحب ۰۰ — ۲
۴۔ بھائی ابراہیم صاحب ۰۰ — ۳
۵۔ میاں شہاب الدین صاحب ۰۰ — ۱
۶۔ میاں سندھی صاحب ۰۰ — ۴
۷۔ بھائی رحمت علی صاحب ۰۰ — ۲
۸۔ میاں بہاؤالدین صاحب ۰۰ — ۲
۹۔ بھائی علی میاں صاحب ۰۰ — ۳

۸۰ — ۲۷

یہ بھی لکھا ہے۔ کہ انشاء اللہ ہر ماہ ان دوستوں سے چندہ وصول کر کے بھیجا جائیگا۔ انجمن احمدیہ نیروبی کے محاسب صاحب کی رپورٹ کا خلاصہ حسب ذیل ہے

مندرجہ ذیل چندہ عام مسلمانوں سے وصول کیا گیا ہے

ماسٹر اللہ دتا صاحب ۰ — ۱۰
میاں عبدالرحمن صاحب ۰ — ۱
مسٹر بدرالدین صاحب ۰ — ۵
مسٹر شاہ محمد صاحب ۰ — ۱
میاں عمرالدین صاحب ۰ — ۲
میاں عزیز صاحب ۰ — ۲
میاں یوسف صاحب ۵۰ — ۰
غزنی اینڈ کو ۰ — ۳
میاں شہاب الدین صاحب ۰ — ۲
عبدالکریم عثمان صاحب ۰ — ۲
محمد عبداللہ صاحب ۰ — ۲
لال جی صاحب ۲۰ — ۰
غلام حسین صاحب ۱۰ — ۰
میاں نور سائی صاحب ۰ — ۱
سیٹھ علی بھائی صاحب ۰ — ۱
اسم نامعلوم ۰ — ۱
مسٹر سرور حسین صاحب ۰ — ۵
سیٹھ محمد موسیٰ صاحب ۰ — ۱۰
احمد علی صاحب ۰ — ۱
اسم نامعلوم ۰ — ۲
سید احمد برادران ۰ — ۱۰
سیٹھ غلام علی صاحب ۰ — ۵
سیٹھ علی بھائی شریف صاحب ۰ — ۲
رام جی کانجی صاحب ۵۰ — ۲
مسٹر ابراہیم صاحب بیرکلی ۲۵ — ۰
سیفی ہوٹل ۰ — ۱
میاں رحیم بخش صاحب ۰ — ۵

۵۵ — ۷۸

حسب ذیل احمدی احباب نے چندہ دیا۔

سید عبدالرزاق صاحب ۵۰ — ۴
ڈاکٹر عبداللہ صاحب ۰ — ۱
ملک محمد حسین صاحب بیرسٹر ۱۵ — ۱
ماسٹر عبدالسلام صاحب بھٹی ۰ — ۶
مولوی چراغ دین صاحب ۰ — ۳
چوہدری نثار احمد صاحب ۵۰ — ۱
ڈاکٹر عمرالدین صاحب ۰ — ۶
معراج الدین صاحب ۰ — ۱۲
دوست محمد برادران ۰ — ۵
میاں نظام الدین صاحب ۰ — ۱
مسٹر محمد عارف صاحب ۰ — ۲

۱۵ — ۴۵

محاسب صاحب انجمن احمدیہ نیروبی لکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے مسلمانوں سے ہفتہ وار وفد بنا کر چندہ وصول کرنے کی عملی تجویز اختیار کر رکھی ہے۔ جو بہت مفید اور مناسب ہے دوسری جماعتوں کو بھی ایسا ہی انتظام کرنا چاہئیے۔

ابادان سے امیر جماعت احمدیہ میرزا برکت علی صاحب نے ایک سو چھ روپیہ کی رقم ارسال کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے

شیخ حبیب اللہ صاحب ۰ — ۶ — ۱۹
میرزا برکت علی صاحب ۰ — ۲ — ۲۷
محمد عثمان صاحب بلوچ ۰ — ۰ — ۴
جہانداد خانصاحب ۰ — ۸ — ۲
فرمان علی صاحب ۰ — ۲ — ۱
۲۹ دیگر مسلمان احباب ۰ — ۳ — ۴۶
۴ ہندو صاحبان ۰ — ۱۰ — ۳
محمد صاحب ۰ — ۱۰ — ۰
احمد خانصاحب ۰ — ۱۰ — ۰
میر صاحب ۰ — ۱۰ — ۰
محمد خانصاحب ۰ — ۵ — ۰

۰ — ۰ — ۱۰۶

معلوم ہوا ہے کہ شیخ حبیب اللہ صاحب اور میرزا برکت علی صاحب اپنی ماہوار آمد پر ۲ پائی فی روپیہ باقاعدہ چندہ ادا کر رہے ہیں۔ آئندہ بھی نہ صرف خود ادا فرماتے رہیں گے بلکہ دوسرے احباب سے لینے کے لئے بھی نمایاں کوشش کریں گے۔ اس کے علاوہ عبدالکریم صاحب نے دارالسلام سے ۱۱/۶/۹ اور جماعت احمدیہ لنڈن نے ۱۱/۶/۳ ارسال کئے ہیں۔

فنانشل سکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی قادیان

ضلع گجرات میں تبلیغی جلسے

کھاریاں ضلع گجرات میں ۹ - ۱۰ اگست ۱۹۳۲ء کو اور لالہ موسیٰ میں ۱۱ اگست کو تبلیغی جلسے ہونگے اس علاقہ کے انصار اللہ کو ان جلسوں کی کامیابی کے لئے پوری کوشش کرنی چاہئیے۔ ان جلسوں میں مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور مولوی عبدالغفور صاحب لیکچرار ہونگے۔ نائب مہتمم صاحب تبلیغ ضلع اور انسپکٹر صاحب تبلیغ تحصیل کھاریاں خصوصیت سے توجہ فرمائیں۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ

وصیتیں

۳۶۷۸ ۔ میں گلاب بی بی زوجہ میاں مہر اللہ صاحب قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۳۶ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۹ء ساکن قادیان دارالامان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰ اپریل ۱۹۳۲ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

میرے مرنے کیوقت جسقدر میری جائداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔

اعدد مشین کپڑا سینے والی قیمتی مبلغ ۶۰ روپیہ زیور طلائی قیمتی مبلغ ۴۰ روپیہ میزان یکصد روپیہ۔ دسواں حصہ مبلغ ۱۰ روپیہ

(نوٹ) حق مہر اپنے خاوند سے وصول کر چکی ہوں جو کہ صرف ہو چکا ہے۔

العبد نشان انگوٹھا ساماۃ گلاب بی بی زوجہ میاں مہر اللہ صاحب حال ملازم ریلوے سٹیشن وزیر آباد گواہ شد مہر اللہ بقلم خود خاوند موصیہ ملازم ریلوے سٹیشن وزیر آباد گواہ شد۔ خاکسار محمد یعقوب خان احمدی گل بیخ ڈاکخانہ ڈیریانوالہ تحصیل و ضلع گورداسپور۔ کاتب الحروف ۲۰/۴/۳۲

۳۶۸۴ میں جناب بی بی بیوہ محمد الدین صاحب مرحوم قوم بھٹی پیشہ تجارت عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۴ء ساکن ترگڑی تحصیل و ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۵/۲/۳۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

میری موجودہ جائداد ایک مکان خام قیمتی ۲۰۰ روپیہ گدھا ۵۰ روپیہ برتن وغیرہ اور مہر ۳۲ روپیہ کل کی قیمت ۳۰۰ روپیہ ہے۔ مہر وصول نہیں ہوا۔ میں اپنی موجودہ جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور یہ بھی لکھ دیتی ہوں۔ کہ اگر میری جائداد اس کے علاوہ اور ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔

العبد جناب بی بی بیوہ محمد الدین صاحب مرحوم نشان انگوٹھا گواہ شد۔ نور الدین بقلم خود از ترگڑی برادر حقیقی موصیہ گواہ شد مرزا محمد حسین احمدی سیکرٹری وصایا و انسپکٹر تبلیغ جماعت احمدیہ ترگڑی حلقہ تحصیل گوجرانوالہ

۳۶۴۶ ۔ میں محمد اسماعیل ولد میاں محمد الدین صاحب قوم راجپوت پیشہ زرگری عمر بائیس سال تاریخ بیعت ۱/۴/۲۲ ساکن کوٹ ڈسکہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ یکم فروری ۱۹۳۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری اس وقت کوئی جائداد نہیں۔ ماہوار آمدنی مقرر نہیں تخمیناً پندرہ روپے ہوگی۔ میں اس کا ۱/۱۰ (دسواں) حصہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کر دیا کروں گا۔ میری وفات کے بعد جو میری متروکہ جائداد ثابت ہوگی۔ اس کے دسویں حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد۔ محمد اسمٰعیل زرگر بقلم خود گواہ شد۔ غلام نبی منشی فاضل۔ امیر جماعت احمدیہ ڈسکہ بقلم خود گواہ شد۔ بقلم خود مرزا میراں بخش احمدی۔ ساکن کوٹ ڈسکہ۔ ضلع سیالکوٹ۔

۳۶۵۴ میں نظام الدین ولد دولت علی صاحب قوم راجپوت پنشنر عمر ۶۵ سال بیعت ۲۰ اپریل ۱۸۹۰ء ساکن نبی پور ڈاکخانہ گورداسپور۔ بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱/۱۱/۳۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

مبلغ ۲۰ روپیہ میری پنشن ماہوار ہے۔ جسکا دسواں حصہ بلاتامل داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے حصہ کی ملکیت صرف ۳ کنال اراضی ہے۔ اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اس کی پیداوار کا دسواں حصہ بھی وصیت میں دیدیا کروں گا۔ نیز میں اپنی زندگی میں بھی اگر کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی۔

العبد۔ بقلم خود نظام الدین ولد دولت علی۔ گواہ شد شیخ محمد حسین پوسٹ ماسٹر گورداسپور گواہ شد مرزا عبد الحق وکیل گورداسپور

۳۶۵۵ میں حاجی میراں بخش ولد میاں محمد بخش صاحب قوم شیخ پیشہ تجارت عمر پچپن سال تاریخ بیعت ۱۹۰۲ء ساکن انبالہ شہر۔ ضلع انبالہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۳ مئی ۱۹۳۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ دو عدد مکانات سکونتی جن کی مجموعی قیمت ۴۰۰۰ روپیہ ہے۔ اور دو عدد حصہ جات تعدادی ۲۰۰ یک ڈپو قادیان ہیں۔ اور ایک کنال زمین مالیتی ۳۵۰ روپیہ محلہ دارالبرکات قادیان میں ہے۔ اور مبلغ ۸۲۹۲ روپیہ مجھے قرضہ یافتنی بروئے پرونوٹ۔ تمسک۔ رہن بالقبض واظہر رہن کی صورت میں ہے۔ اور نقد ۰۰۰ ۷ روپیہ ہے۔ اس طرح سے کل جائداد ۱۹۲۴۲ روپیہ کی ہے لیکن میرا گزارہ صرف اس جائداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت ۳۰ روپیہ ماہوار آمد تجارت اور ۲۰ روپیہ کرایہ یعنی کل ۵۰ روپیہ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور نیز یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جو جائداد بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت کروں۔ تو اس قدر روپیہ اس جائداد کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ فقط ۱۳/۵/۳۲

العبد۔ حاجی میراں بخش بقلم خود۔ گواہ شد بابو عبد الرحمن امیر جماعت احمدیہ انبالہ شہر۔ گواہ شد۔ عبد اللہ ولد اللہ بخش شیخ انبالہ شہر۔

۳۶۸۱ میں فاطمہ زوجہ رحمت قوم سکیگڑے پیشہ خانہ داری عمر ۵۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۴ء ساکن لودھی ننگل ڈاکخانہ فتح گڑھ تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۷ مئی ۱۹۳۲ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

میری جائداد زیور معہ مہر ۱۷۰ روپے کی ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز میرے مرنے کے وقت جسقدر میری مزید جائداد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت کروں۔ اور اس کی رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی

گواہ شد برکت علی احمدی ساکن ننگل باغبانان متصل قادیان دارالامان سیکرٹری تعلیم و تربیت ننگل باغبانان گواہ شد محمد حسین ساکن ہرلائے منڈی حال ملازم دفتر امور عامہ قادیان العبد نشان انگوٹھا فاطمہ مذکور زوجہ رحمت ساکن لودھی ننگل

۳۵۳۹ میں محمد تقی ولد مولوی محمد علی صاحب قوم ارائیں پیشہ زراعت عمر قریباً ۲۸ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن قادیان۔ تحصیل بٹالہ۔ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲/۱/۳۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ زراعت کرتا ہوں آمد سالانہ یکصد یا زائد ہے۔ میں اس آمد کا یا اور اگر کوئی آمد ہو۔ تو اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتا رہونگا اور اگر میرے مرنے کے بعد کوئی میری جائداد ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط والسلام

العبد محمد تقی بقلم خود ۲/۱/۳۱۔ گواہ شد۔ نبی بخش موصی بقلم خود گواہ شد عبد اللطیف ولد مولوی محمد علی صاحب بقلم خود

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

سید محمد فضل شاہ صاحب سجادہ نشین جلالپور ضلع جہلم نے وائسرائے اور گورنر پنجاب کو برقیہ ارسال کیا ہے کہ اگر سکھ اپنے غیر معقول مطالبات کے حصول کی خاطر ایک لاکھ رضا کار فراہم کرسکتے ہیں۔ تو ملت اسلامیہ کا ہر ایک فرد اپنے آپ کو بطور رضا کار پیش کرنے کیلئے تیار ہوگا۔ اور میں اکیلا بھی سکھوں کے مقابلہ میں دو لاکھ ایثار پیشہ مسلمانوں کو صف آرا کر سکتا ہوں۔ مگر مجھے پختہ امید ہے حکومت اس موقعہ پر اپنے تدبر اور مآل اندیشی کا ثبوت پیش کرے گی۔ اور سکھوں کے پراپیگنڈہ سے متاثر نہ ہوگی۔

ڈاکٹر انصاری انگلستان جانے کے لئے ۲ اگست کو دہلی سے بمبئی روانہ ہوگئے۔

سری نگر سے یکم اگست کی اطلاع ہے کہ کرنل سیلی کشمیر کے نئے ریذیڈنٹ مقرر ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے عہدہ کا چارج بھی لے لیا ہے۔

محکمہ ریلوے کے متعلق شملہ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ اس کی آمدنی میں بہت زیادہ خسارہ واقع ہو رہا ہے۔ چنانچہ ۱۶ جولائی کو ختم ہونے والے ہفتہ میں مجموعی آمدنی ایک کروڑ ۴ لاکھ روپیہ ہوئی جو گزشتہ ہفتہ سے چار لاکھ اور گزشتہ سال کے اسی ہفتہ کی نسبت ۹ لاکھ روپیہ کم ہے۔ یکم اپریل سے ۱۶ جولائی تک ۳½ ماہ میں مجموعی آمدنی ۳۴ کروڑ ۵۵ لاکھ روپیہ ہوئی جو سال گذشتہ سے ایک کروڑ ۳۳ لاکھ اور ۱۹۳۰ء کی نسبت ۴ کروڑ ۲ لاکھ روپیہ کم ہے۔

اجمیر مارواڑ کے چیف کمشنر آنریبل سریو مارڈونالڈز کے متعلق شملہ سے یکم اگست کی اطلاع ہے کہ آپ ماہ اکتوبر میں رخصت پر چلے جائیں گے۔ آپ کی جگہ آنریبل لفٹیننٹ کرنل جے ڈی اوگلوی جو صوبجات متوسط میں گورنر جنرل کے ایجنٹ ہیں مقرر ہوئے ہیں اور کرنل اوگلوی کی جگہ آنریبل مسٹر بی جے گلینسی کو مقرر کیا گیا ہے۔

سکندر آباد ضلع ملتان کے فساد کے مقدمہ کی دوبارہ سماعت ۲ اگست کو ملتان میں ہوئی اور ستائیس مسلمان جنہیں دوبارہ گرفتار کرکے عدالت میں پیش کیا گیا تھا۔ ان میں سے چوبیس کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا

ناسک سے یکم اگست کی اطلاع ہے کہ وہاں ننگ دھڑنگ سادھوؤں کا ایک جلوس نکالا گیا۔ جو چار بجے صبح سے شروع ہوکر چھ بجے تک گشت لگاتا رہا۔ اس موقعہ ۱۵ ہزار جاتری پہنچے ہوئے تھے۔

حکومت پنجاب نے اردو کی ایک کتاب بعنوان "مستقبل سیاست ہند" اور اس کی نقول جیسے تراجم یا اقتباسات کو ضبط قرار دیا ہے کیونکہ اس میں ایسا مواد موجود ہے جسکی اشاعت زیر دفعہ ۱۲۴ الف تعزیرات ہند مستوجب سزا ہے۔

فسادات کشمیر کے دوران میں دربار نے پنجاب گورنمنٹ سے چند پولیس افسروں کی خدمات مستعار لی تھیں جموں کی ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ ان میں سے ایک کے سوا باقی تمام افسر واپس آگئے ہیں کیونکہ ان کی ضرورت نہیں رہی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی وجہ سے ریاست کو ساٹھ ہزار کے قریب روپیہ صرف کرنا پڑا۔

برلن سے یکم اگست کی اطلاع مظہر ہے کہ جرمنی کے انتخابات کے دوران میں مجموعی طور پر ۳۶۸۴۵۲۷۹ اشخاص نے ووٹ دیئے گویا ۸۴ فیصدی اشخاص نے اس میں شرکت کی۔ نازیوں کو ۱۳۷۳۲۷۷۹ سوشلسٹوں کو ۷۹۵۱۲۴۵ اور اشتراکیوں کو ۵۲۷۸۵۹۴ ووٹ حاصل ہوئے۔ سب میں سے نازی پارٹی نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ اس شورش اور ہنگامہ آرائی میں دس اشخاص ہلاک اور ۸۳ مجروح ہوئے۔

ابن افادہ باغی عرب سردار کے متعلق جدہ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ اس کی حکومت حجاز کی فوجوں کے ساتھ شدید جنگ ہوئی جس میں وہ اس کے دو بیٹے نیز اس کے ۳۷۰ ساتھی ہلاک ہوگئے۔

واشنگٹن سے یکم اگست کی اطلاع ہے کہ عالمگیر اقتصادی کانفرنس میں شمولیت کی غرض سے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو برطانوی سفارت کی طرف سے دعوت موصول ہوئی ہے جسے منظور کرلیا جائیگا۔ اس دعوت نامہ میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ تاوان جنگ۔ جنگی قرضے اور بحری محصولات کے مسائل کانفرنس کے مباحث میں شامل نہیں ہونگے۔ البتہ چاندی کے موضوع پر بحث کی جائیگی۔ ریاست ہائے متحدہ سے درخواست کی گئی ہے کہ اس انتظامی کمیٹی کے لئے ایک رکن کو نامزد کردے جو جنیوا میں کانفرنس کے لئے تیاریاں کررہی ہے۔ نیز اقتصادی اور مالیات کے ایک ماہر کے نامزد کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے جو انتظامی کمیٹی کا پروگرام وضع کرنے میں امداد دے سکے۔

صوبہ بنگال کے مختلف اضلاع میں مسلمانوں کے متعدد عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے ہیں جن میں اس مضمون کی قرار دادیں منظور کی گئیں کہ اگر مسلمانان بنگال کو صوبجاتی مجلس قانون ساز میں کامل اکثریت نہ دی گئی تو وہ کسی دستور اساسی کو قبول نہ کریں گے۔

رنگون سے ۳۱ جولائی کی اطلاع ہے کہ ایک ۷۵ سالہ بدھ مذہبی پیشوا کو اس کے مندر میں چار اشخاص نے قتل کردیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اشخاص نصف شب کے بعد مندر مذکور میں گھس گئے اور پیشوا کے کمرہ میں داخل ہوکر اسے بھالوں سے قتل کردیا۔

اوٹاوہ کانفرنس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی کارروائی ۲۰ اگست تک ختم ہو جائیگی۔

جامع مسجد دہلی میں ۲ اگست کو مسلمانان الور کے ترک وطن کے سوال پر اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں کی دو پارٹیوں کے درمیان فساد ہوگیا جس سے کئی اشخاص زخمی ہوگئے۔

کلکتہ سے یکم اگست کی اطلاع ہے کہ ایسٹرن بنگال ریلوے کے ۶۰۶ ملازموں اور ایسٹ انڈین ریلوے کے ورکشاپ کے ۷۷۴ مزدوروں کو نوٹس دے گئے ہیں کہ وہ ۱۶ اگست کو علیحدہ کردیئے جائینگے۔

شملہ سے اگست کی اطلاع ہے کہ ذمہ دار اور باخبر حلقوں میں تحقیقات سے ظاہر ہوا ہے کہ فرقہ وارانہ تصفیہ کے متعلق جو خیال آرائی کی گئی ہے قطعًا غلط ہے مسٹر [illegible] نے جو [illegible] لنڈن واپس آگئے ہیں اس معاملہ پر غور کرنا ہے اور وہ اپنا فیصلہ دس اگست سے پہلے صادر نہیں کریں گے۔

سری پرتاپ کالج سری نگر کے ہال میں ۳ اگست کو ایک بوتل پائی گئی جس میں آتشگیر مادہ اور شیشے کے ٹکڑے وغیرہ تھے۔ دراصل یہ ایک قسم کا بم تھا۔ بوتل کا مونہہ پرنسپل کے کمرہ کی طرف تھا طلباء نے ہال سے گذرتے ہوئے اس کو دیکھا اور فوراً پرنسپل کو اطلاع دیدی تحقیقات جاری ہے۔

بنگال کونسل میں ایک سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ شروع سال سے جون تک ڈاکہ زنی کی ۱۲۲۵ وارداتیں ہوئیں۔ پچھلے سال ۱۹۲۹ ہوئی تھیں۔

کنٹرولر آف کرنسی کلکتہ کی طرف سے ایک سرکاری اعلان شائع کیا گیا ہے کہ یکم جنوری ۱۹۳۳ء کے بعد اگر کٹا ہوا نوٹ پیش کیا گیا یا دیکھا گیا کہ مسلسل حروف یا نمبر تقسیم ہوگئے ہیں تو اس نصف نوٹ کے لئے جس پر پورے مسلسل حروف اور نمبر ہونگے نصف مالیت ادا کی جائیگی۔ یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ بہت سے کٹے ہوئے نوٹوں کی پوری قیمت کا مطالبہ کرسکتی ہے اگر [illegible]

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور دفتر قادیان سے شائع کیا۔ ایڈیٹر: غلام نبی